© rasailojaraid.com

سید نذیر احمد شاہ بخاری

شاہ جی سے ایک ملاقات

اگر انسانی خواہشات کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو مشہور اور عظیم شخصیتوں سے ملنے کی خواہش ایک امتیازی مقام کی حامل نظر آئے گی۔ ہر باشعور اور صاحبِ ذوق آدمی چاہتا ہے کہ وہ بڑے آدمیوں سے ملاقات کرے اور اگر ملاقات کے مواقع میسر نہ آئیں تو کم از کم ان صاحبِ عظمت انسانوں کو ایک نظر دیکھ ہی لے۔ اس بات سے انسانی خواہشات کی عظمت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ان اہلِ عظمت بزرگوں کی بڑائی جھلکتی ہے۔ جو اپنی پروقار سیرت کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو موہ لیتے ہیں۔

مجھے بھی حضرت شاہ جی کو زندگی میں صرف ایک دفعہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اور میں اپنے ایک دوست حافظ عبید الرحمن کے ساتھ جب شاہ جی کے مکان پر گیا تو چٹائی پر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اور شاہ جی کے ذہن مبارک سے چند کلمات کو نہایت آہستگی کے ساتھ نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت شاہ جی اپنے معیار کے مطابق نہ تھے اور وہ نحیف آواز کے ساتھ تخاطب فرماتے تھے۔ شاہ جی کی اس حالت کو دیکھ کر مجھے محلے کے ایک شخص کے وہ الفاظ یاد آگئے جنھیں شاہ جی کو یاد کر کے اکثر دہرایا کرتا تھا۔ الفاظ تھے۔

"کیا کوئی ماں عطاء اللہ شاہ جیسا لال جنے گی۔؟

ہر گز نہیں!

شاہ جی نے اپنی شفیق نظروں کو میری طرف موڑا اور میرے دوست سے میرے متعلق دریافت کیا۔ اور چند لمحوں کے بعد میری حیثیت کالج کے ایک طالب علم کی سی تھی۔ میرا خیال تھا کہ شاہ جی کچھ طنزیہ انداز میں مجھے نشانہ ہدف بنائیں گے۔ اور مجھے انگریزی تعلیم کی علامت سمجھ کر اپنی شکایت کو الفاظ کا جامہ پہنائیں گے۔

لیکن یہ گمنام ایک خیالِ خام کی صورت میں میرے دماغ میں کچھ دیر جلوہ گر رہ کر اپنی موت آپ ہی مر گیا۔

مجھے مذہب سے بچپن سے ہی لگاؤ رہا ہے لیکن جب میں اپنے مذہب کی علامتوں میں وہ خصوصیات نہیں پاتا جو اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہونا چاہیئیں تو مجھے ایک رنج اور قلق محسوس ہوتا ہے۔ شاہ جی سے نہ تو میں نے اپنے متعلق کوئی شکایت سنی اور نہ ہی اس رنج و قلق نے مجھ میں جنم لیا۔

دراصل عظیم انسانوں کا ظرف بہت وسیع ہوتا ہے ہر چیز کے دونوں پہلوؤں سے آگاہ ہو کر ذمہ دارانہ طریقے سے اظہار خیال کرتے ہیں اور ڈاڑھی دیکھ کر "ملا" اور داڑھی نہ دیکھ کر ملحد نہیں پکارنے لگتے۔ وہ زندگی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیچ و خم اور نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اور اپنے تجربات کی بنا پر اگر ایک لفظ بھی منہ سے نکالیں تو وہ جواہر سے زیادہ بے بہا ہوتا ہے۔ اور شخصیات کی غیر موجودگی میں ان الفاظ ہی کو قومیں اپنے لئے قندیل راہ تصور کرتی ہیں۔ شاہ جی کے قریب بیٹھنے سے کم از کم مجھ پر وہ خوف طاری نہیں ہوا تھا جو آج کل کے صاحب مذہب لوگوں کے پاس بیٹھ کر بعض حالات میں ہو جاتا ہے ان کی باتیں سنکر ہی دل ان کی عظمت و شفقت کا اعتراف کر رہا تھا۔ اور مجلس میں وہ بات نظر آ رہی تھی جو اقبال کے خیال میں مردِ قلندر کی بارگاہ میں اکثر ملتی ہے۔

دراصل شاہ جی کی ذات کے لوگ اتنے گرویدہ جو ہو گئے تھے اس کی ایک وجہ تو ان کی وہ خطیبانہ صلاحیتیں تھیں جن کو مذہب کی محبت نے جلا بخشی تھی۔ اور دوسرا وہ خلوص تھا جو شاہ جی کی زندگی کے دینی و دنیاوی معاملات میں نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اقبال کے ان شعروں میں شاہ جی کی پرکشش ذات کی تصویر جھلکتی ہے۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

پہلا مصرع ان کی تمام سیاسی زندگی کی آئینہ داری کرتا ہے جو تمام تر انگریز کے خلاف گزری۔ عوامی زندگی میں چوتھا مصرع انکے حسنِ خلق کی عکاسی کرتا ہے۔

شاہ جی کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل تھے۔ ان کی باتیں دلفریب اور نگاہیں دلنواز تھیں۔ اپنی تمام زندگی میں وہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے۔

نرم دل گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

قیمت 60 روپے
تحریک آزادی میں، دار و رسن کی آزمائشوں میں سرخرو ہونے والے حریت پسندوں اور احرار جگر داروں کی داستانِ استقامت
مفکرِ احرار چوہدری افضل حق
تاریخ احرار
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

© rasailojaraid.com